اقلیتی رپورٹ

ایگزیکٹو خلاصہ

راجندر سچر کمیٹی

ہندوستان میں مسلمانوں کی حالت

مسلم فار سیکولر ڈیموکریسی

Ph: 022-26608252 email: secularmuslim@gmail.com
website: www.mfsd.org

سچ کہتے ہیں سچر

تعارف

وزیر اعظم منموہن سنگھ نے ہندستانی مسلمانوں کی سماجی، معاشی اور تعلیمی صورتحال کا جائزہ لے کر ایک رپورٹ تیار کرنے کے لئے مارچ 2005ء میں ایک اعلیٰ سطحی کمیٹی مقرر کی تھی۔ اس کمیٹی کے سات ممبر تھے۔ سبکدوش جسٹس راجندر سچر اس کمیٹی کے سربراہ تھے جس نے نومبر 2006ء میں اپنی رپورٹ پیش کی۔ ہندستانی مسلمانوں کے سماجی، معاشی اور تعلیمی حالات کے متعلق سچر کمیٹی کی رپورٹ کی دو وجہوں سے بڑی اہمیت ہے۔

مسلمانوں کو خوش کرنے کا خیالی تصور بے نقاب

تعلیم، روزگار، قرضوں کے حصول، سماجی وقدرتی ڈھانچوں تک رسائی اور سیاسی نمائندگی کے معاملہ میں دوسرے مذہبی گروہوں کے مقابلہ میں مسلمانوں کے ساتھ پچھلے ساٹھ سالوں میں جو تعصب اور بے توجہی برتی گئی ہے اس کا حیران کن ثبوت اس رپورٹ میں پیش کیا گیا ہے۔ اس طرح سنگھ پریوار کے اس بے بنیاد پروپیگنڈہ کی قلعی کھل جاتی ہے کہ مسلمانوں کی بیجا نازبرداری کی جاتی رہی ہے۔

مسلمانوں کے لئے سچر رپورٹ کی وہی حیثیت ہے جو دوسری پسماندہ ذاتوں کے لئے منڈل رپورٹ کی

اس رپورٹ میں پندرہ کروڑ مسلمانوں کی سماجی اور معاشی ترقی کی راہ سجھائی گئی ہے۔ اگر اس پر ایمانداری سے عمل درآمد ہو تو مسلمانوں کی زندگی میں بھی اسی طرح انقلاب آجائے جس طرح منڈل کمیشن سے دوسری پسماندہ ذاتوں کی زندگی میں آیا۔

مسلمانوں کی پسماندگی ایک قومی مسئلہ

مسلمانوں کی پسماندگی کو دور کرنے کے لئے رپورٹ میں کئی فوری اقدامات کی سفارش کی گئی ہے۔ جو ایمانداری اور انصاف پسندی ہی کے لئے نہیں بلکہ قومی مفاد کے لئے بھی ضروری ہے کیونکہ پندرہ کروڑ لوگوں سے بے توجہی برت کر کوئی ملک ترقی وخوشحالی کی نہیں سوچ سکتا۔

سچر کمیٹی کو بروئے کار لانے کے لئے عوامی تحریک

قانون اور قومی مفاد دونوں کے لئے ضروری ہے کہ کوتاہیوں کو دور کرنے کے لئے فوراً اصلاحی اقدامات کئے جائیں۔ لیکن سیکولرزم کے دعوے کرنے والی حکومت کا رکارڈ یہ ہے کہ ان کے رحم وکرم پر رہنے پر دکھاوے کے کچھ کام کئے جاتے ہیں۔ سچر کمیٹی پر عمل کرنے کے لئے ریاستی اور مرکزی حکومتوں کو مجبور کرنے کے لئے ضروری ہے کہ ملک بھر میں اور مسلسل عوامی تحریکیں چلائی جائیں۔

صرف مسلمانوں کی نہیں سیکولر تحریک

اس قسم کی تحریک کی اہمیت اور کامیابی کے لئے یہ سمجھنا ضروری ہے کہ تعلیمی اور اقتصادی پسماندگی کو دور کرنے اور مسلمانوں کے سیاسی اختیار دینے کا مسئلہ صرف مسلمانوں کا نہیں بلکہ قومی مسئلہ ہے۔ لہٰذا اسے اسی نظر سے دیکھا جائے۔ اس کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ اس تحریک میں تمام غیر فرقہ پرست، سیکولر اور جمہوری تنظیمیں، گروپ اور افراد بڑھ چڑھ کر حصہ لیں۔

عوامی بیداری، پہلا قدم

کسی بھی مقصد کے حصول کے لئے عوام کو متحرک کرنا ضروری ہوتا ہے اس لئے سچر کمیٹی کی تجاویز اور سفارشات کے متعلق عوام کے اندر بیداری اور آگاہی لائی جائے۔ زیر نظر کتابچہ میں سچر کمیٹی کے انکشافات اور سفارشات پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

مطالعہ آبادی

تازہ ترین (2001) کی مردم شماری کے مطابق ملک کی کل آبادی ایک ارب دو کروڑ نوے لاکھ تھی تو مسلمانوں کی تیرہ کروڑ اسی لاکھ۔اوسط نکالا جائے تو ہندوؤں (پسماندہ ذات اور قبائل سمیت) کی آبادی 80.5 فیصد تھی تو دوسری اقلیتوں (سکھ، عیسائی، بدھسٹ اور جین سمیت) 1ء 6 فیصد تھی۔اس وقت مسلمانوں کی کل آبادی پندرہ کروڑ ہے۔ (Pg. 29)

1961-2001 کے درمیان ملک کی آبادی میں 2.1 فیصد کا اضافہ ہوا تو مسلمانوں کی آبادی میں اوسطاً ۲ء۰ فیصد کا اضافہ ہوا۔ دوسرے فرقوں کی آبادی کے بڑھنے کی شرح اس طرح ہے: ہندو اور عیسائی دو فیصد، جین 1.8 فیصد، سکھ اور بدھسٹ 2.2 فیصد (Pg. 29)

1991 اور 2001 کے دوران اکثر ریاستوں میں مسلمانوں کے اضافہ آبادی میں نمایاں کمی آئی ہے۔ (Pg. 30)

ہندستان میں اضافہ آبادی کا جو نقشہ پیش کیا گیا ہے اس کے مطابق اکیسویں صدی کے اواخر تک آبادی تھم جائے گی اور مسلمانوں کی تعداد کل آبادی کی بیس فیصد ہوگی۔گویا مسلمانوں کی بڑھتی آبادی کی وجہ سے ہندوؤں پر سبقت لے جانے کا جو اندیشہ ظاہر کیا جاتا ہے وہ محض گمراہ کن ہے۔ (Pg. 45)

تمام ہندستانیوں کے مقابلہ میں مسلمانوں میں لڑکے اور لڑکی کا تناسب بہت اچھا ہے۔دسیوں برس سے یہ دیکھنے میں آرہا ہے کہ دوسرے سماجی اور مذہبی گروہوں کے مقابلہ میں مسلمانوں کے یہاں لڑکے اور لڑکی کا تناسب بہت متوازن رہا ہے۔ملک کے کسی بھی سماجی گروپ کے مقابلہ میں مسلمانوں میں نومولود بچے اور بچی کا تناسب بھی سب سے بہتر رہا ہے۔مثال کے طور پر 99-1998ء میں پانچ سال کی عمر کے ایک ہزار لڑکے تھے تو 986 لڑکیاں۔اس کے مقابلہ میں پسماندہ ذات/ پسماندہ قبائل کی شرح 931، دوسرے ہندوؤں میں 914 اور دوسرے فرقہ میں 859 فی ہزار کی شرح تھی۔یہ بہت اہم انکشاف ہے کیونکہ مسلمانوں میں بچے اور بچیوں کا تناسب بڑھ رہا ہے تو آبادی کے دوسرے گروہ میں خطرناک حد تک کم ہو رہا ہے۔یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ مسلمانوں میں بچیوں کے تئیں بہت کم تعصب ہے۔ (Pg. 33,34)

ہندستان کے دوسرے تمام سماجی اور مذہبی گروہوں کے مقابلہ میں مسلمانوں کے یہاں نومولود اور پانچ سال سے کم عمر کے بچوں کی موت بہت کم ہوتی ہے۔جبکہ دوسرے سماجی اور مذہبی گروہوں میں کم عمر بچوں کی موت بہت زیادہ ہوتی ہے۔حالانکہ غربت کے مارے مسلمانوں کے یہاں یہ نہیں ہونا چاہئے۔کمیٹی کے انکشافات کی اہمیت اس لئے بھی ہے کہ مسلمانوں کی آبادی میں کچھ اضافہ ہوا ہے تو اس کی وجہ یہ بتائی گئی ہے کہ چھوٹے بچوں کی موت کم ہوتی ہے۔ (Pg. 36)

کم سہی مگر ہندستان کی آبادی کے بڑھنے کا ایک سبب بین الاقوامی سطح پر نقل مکانی بھی ہے۔ (Pg. 41)

تعلیم

2001 میں مسلمانوں کی خواندگی کی شرح (59.1 فیصد) قومی تناسب (65.1 فیصد) کے لحاظ سے بہت کم ہے۔ پسماندہ ذات/ پسماندہ قبائل میں کیا شہر اور کیا دیہات، خواندگی کا معیار اور بھی کم ہے۔ (Pg. 52)

مسلمان عورتوں کی خواندگی کی شرح 50 فیصد ہے جو دوسرے فرقوں کی عورتوں کے برابر ہے مگر دیہی علاقہ کے پسماندہ ذات/ پسماندہ قبائل سے کافی آگے ہے۔ (صفحات 52-53)

حالیہ برسوں میں مسلمانوں نے تعلیم کی طرف زیادہ توجہ دینی شروع کی ہے جس کے باعث مسلمان طلبا کی تعداد میں خاصہ اضافہ ہوا ہے۔ تاہم 1953-2001 کے درمیان دوسرے سماجی اور مذہبی گروہوں کے مقابلہ میں مسلمان پیچھے ہی رہے ہیں اس لئے اس بڑے فرق کو مٹانا باقی ہے۔ (Pg. 57)

دوسرے سماجی اور مذہبی گروہوں کے مقابلہ میں پرائمری، مڈل اور ہائر سیکنڈری کی سطح پر مسلمان بچے بہت بڑی تعداد میں ترک تعلیم کر دیتے ہیں۔ سترہ سال سے زیادہ عمر کے 17 فیصد مسلمان بچے میٹرک تک تعلیم مکمل کرتے ہیں تو دوسرے گروہ کے 26 فیصد۔ (Pg. 58)

مسلمان بچوں کو سب سے بڑی رکاوٹ اسکولی سطح کی تعلیم میں پہنچتی ہے۔ اس رکاوٹ کو عبور کر لینے پر مسلمانوں اور دوسرے گروہوں کے طلبا کا تعلیمی فرق کم بلکہ نا قابل اعتنا ہو جاتا ہے۔ (Pg. 62)

ملک کے اہم کالجوں میں گریجویٹ سطح کے پچیس طلبا میں سے صرف چار فیصد اور پوسٹ گریجویٹ سطح کے پچاس طلبا میں صرف دو فیصد مسلمان تھے۔ (Pg. 69)

تعلیمی سطح کے بڑھنے پر مسلمانوں اور دوسرے گروہوں کے طلبا کا فرق بڑھتا جاتا ہے۔ (Pg. 72)

انڈین انسٹی ٹیوٹ آف مینجمینٹ (آئی آئی ایم) اور انڈین انسٹی ٹیوٹ آف ٹکنالوجی (آئی آئی ٹی) جیسے اہم تعلیمی اداروں میں مجموعی طور پر مسلمانوں کی نمائندگی بہت کم ہوتی ہے۔ 5-2004 اور 6-2005 کے داخلہ کے اعداد و شمار سے ظاہر ہوتا ہیکہ آئی آئی ایم کے کورسز میں داخلہ پانے والے طلبا میں مسلمانوں کا تناسب 1.3 فیصد تھا۔ آئی آئی ٹی کے تمام کورسز میں داخلہ پانے والے 27 ہزار 161 طلبا میں مسلمان محض 894 (3.3 فیصد) تھے۔ (Pg. 68-69)

دوسرے گروہوں کے مقابلہ میں مسلمان گریجویٹ میں بے روزگاری کی شرح بہت زیادہ ہے۔ (Pg. 73)

اسکول جانے کی عمر والے صرف تین فیصد مسلمان بچے مدرسوں میں جاتے ہیں۔ (Pg. 77)

چونکہ ان بچوں کی تعداد بہت زیادہ ہوتی جن کی مادری زبان اردو ہوتی ہے اس لئے گریجویشن کی سطح تک اختیاری زبان کے طور پر اردو کی تعلیم کا انتظام ہونا چاہئے۔ (Pg. 83)

دوسرے گروہوں کے طریقۂ تعلیم میں تبدیلی آنے پر پسماندہ ذات اور پسماندہ قبائل کو سرکاری اور غیر سرکاری کوششوں سے خاصہ فیض پہنچا ہے۔ اس سے مثبت اقدامات کی اہمیت ظاہر ہوتی ہے۔ (Pg. 86)

معاشیات اور روزگار

- رپورٹ میں اس بات پر خاص طور پر زور دیا گیا ہے کہ دوسرے گروہوں کی عورتوں کے مقابلہ میں اقتصادی سرگرمیوں میں مسلمان عورتوں کی حصہ داری بہت کم ہے۔ مجموعی طرپر 44 فیصد عورتیں اقتصادی سرگرمیوں میں حصہ لے رہی ہیں تو مسلمان عورتوں کا تناسب محض 25 فیصد ہے اور شہروں میں تو اور بھی کم یعنی 18 فیصد۔ اس کا مسلمانوں کے اقتصادی حالات پر لازمی طور پر منفی اثر پڑتا ہے۔ (Pg. 89)

- اپنے گھر میں کام کرنے والی مسلمان عورتوں کا تناسب خاصہ اچھا یعنی 70 فیصد ہے تو دوسری عورتوں کا 51 فیصد۔ (Pg. 96)

- متوجہ کرنے والی حقیقت یہ ہے کہ دوسرے گروہوں کی تمام عورتوں کے مقابلہ میں خود روزگار مسلمان عورتوں کا تناسب بہت زیادہ ہے۔ خاص کر شہری علاقہ میں کام کرنے والی عورتوں کا۔ (Pg. 91)

- چونکہ کام کرنے والی مسلمان عورتوں کا بڑا حصہ خود روزگار رہے اس لئے انہیں دھیان میں رکھتے ہوئے ہنر اور قرضے دینے کے انتظامات کئے جائیں۔ (Pg. 92)

- روایتی طور پر محروم رہنے والی پسماندہ ذات اور پسماندہ قبائل کی عورتوں کے مقابلہ میں بھی شہروں کی مستقل ملازمتوں میں مسلمان عورتوں کی حصہ داری بہت محدود ہے۔ (Pg. 94)

- مسلمان ورکرز کا بڑا حصہ چھوٹے مالکانہ اداروں میں لگا ہوا ہے باضابطہ سیکٹر میں انہیں قومی تناسب کے لحاظ سے بہت کم روزگار ملتا ہے۔ (Pg. 91)

- دوسرے گروہوں کے مقابلہ میں مسلمان مزدوروں کی حالت زیادہ خستہ ہوتی ہے کیونکہ وہ بے ضابطہ اداروں میں کام کرتے ہیں جہاں مزدوری کم ملتی ہے، کام کی جگہ کے حالات خراب ہوتے اور کسی قسم کا سماجی تحفظ نہیں ہوتا۔ (Pg. 104)

- مسلمانوں کے لئے چھوٹے پیمانے کے پیداواری سیکٹر جیسے، کپڑوں کے کارخانے، موٹروں کی مرمت اور بجلی کی مشینیں تیار کرنے والے ادارے اہمیت رکھتے ہیں، ان کی طرف خصوصی توجہ دی جائے تو مسلمان ورکروں کو فائدہ پہنچ سکتا ہے۔ (Pg. 101)

- پیشہ ورانہ اور انتظامی شعبوں میں مسلمانوں کی شرکت بہت کم ہے۔ (Pg. 104)

انتظامی ڈھانچوں تک رسائی

سماجی اداروں (جیسے پرائمری اور ابتدائی اسکولوں، دواخانوں وغیرہ) اور قدرتی وسائل (جیسے بجلی، نل کا پانی، سڑک اور بس سروس وغیرہ) سے دوسرے سماجی اور مذہبی گروہ جس طرح فیض اٹھاتے ہیں اس کے برخلاف ان اداروں کی موجودگی ان تک رسائی اور فیض رسائی کے معاملہ میں مسلمانوں سے کھلا امتیاز برتا جاتا ہے۔ (Pg. 139)

چھوٹے گاؤں کی مسلم آبادی والے علاقوں میں تعلیمی اداروں کا وجود بالکل الٹا پلٹا ہوتا ہے۔ (Pg. 143)

مسلمان اکثریت والے گاؤں تک جانے والی سڑکیں اچھی ہوتی ہیں اور نہ مقامی بسوں کے اڈے۔ یہی حال علاج، ڈاک اور ٹیلی گراف کی سہولتوں کا ہے۔ (Pg. 143)

مغربی بنگالی اور بہار کے ایک ہزار سے زائد مسلم اکثریتی گاؤں اور یوپی میں اس طرح کے 1943 مواضعات میں کسی تعلیمی ادارے کا نام ونشان بھی نہیں۔ مسلم اکثریت والے چھوٹے گاؤں کی حالت تو اور بدتر ہے۔ (Pg. 143)

مسلمانوں کے مسائل دوچند ہوجاتے ہیں کیوں کہ ان کی اکثریت ان ریاستوں میں ہے جہاں پہلے ہی سے انتظامی سہولیات کا فقدان رہا ہے۔ لیکن اس کے نتیجے میں مسلمانوں کی بڑی تعداد کو بنیادی سہولتوں سے محروم رہنا پڑتا ہے۔ (Pg. 145)

غربت اور خرچوں کی تناسب

مسلمانوں میں حد درجہ کی غربت ہے۔ بہ حیثیت مجموعی پسماندہ ذات اور پسماندہ قبائل کے مقابلہ میں ان کی حالت کچھ بہتر ہے۔ دوسرے گروہوں سے مقابلہ کرنے پر پتہ چلتا ہے کہ دیہات کے مسلمانوں سے کہیں زیادہ شہری مسلمان محرومیت کے شکار ہیں۔ (Pg. 153)

1993-94 سے 2004-05 کے درمیان شہری علاقوں میں رہنے والے مسلمانوں کی بدحالی میں کچھ کمی آئی ہے تو دیہاتوں میں معقول حد تک کمی آئی ہے۔ (Pg. 160)

شہری علاقوں کے مسلمانوں کی معاشی حالت دوسرے گروہوں کے مقابلہ میں بہتر نہیں ہوئی ہے۔ (Pg. 157)

2004-05 میں (موجودہ قیمت کے لحاظ سے) شہروں میں عام فی کس خرچ ایک ہزار 105 روپیہ سالانہ تھا۔ تقابلی لحاظ سے یہ رقم اونچی ذات کے ہندوؤں کے لئے (1469) دوسری اقلیتوں کے لئے (1485) روپئے دیگر پسماندہ ہندوؤں کے لئے (955) روپئے مسلمانوں کے لئے (804 روپئے) پسماندہ ذات اور قبائل کیلئے (793 روپئے) تھا۔ یعنی اونچی ذات کے ہندوؤں کا فی کس خرچ مسلمانوں اور پسماندہ ذات اور پسماندہ قبائل سے تقریباً 80 فیصد زیادہ تھا۔ (Pg. 153)

واقعہ یہ ہے کہ شہری علاقہ کے زیادہ تر مسلمان گھرانوں کے خرچ کی حد پانچ سو روپئے ہے۔ (Pg. 154)

انتظامی ڈھانچوں تک رسائی

سماجی اداروں (جیسے پرائمری اورابتدائی اسکولوں، دواخانوں وغیرہ) اورقدرتی وسائل (جیسے بجلی،نل کا پانی، سڑک اوربس سروس وغیرہ) سے دوسرے سماجی اورمذہبی گروہ جس طرح فیض اٹھاتے ہیں اس کے برخلاف ان اداروں کی موجودگی ان تک رسائی اورفیض رسائی کے معاملہ میں مسلمانوں سے کھلا امتیاز برتا جاتا ہے۔ (Pg. 139)

چھوٹے گاؤں کی مسلم آبادی والے علاقوں میں تعلیمی اداروں کا وجود بالکل الٹا پلٹا ہوتا ہے۔ (Pg. 143)

مسلمان اکثریت والے گاؤں تک جانے والی سڑکیں اچھی ہوتی ہیں اور نہ مقامی بسوں کے اڈے۔ یہی حال علاج، ڈاک اور ٹیلی گراف کی سہولتوں کا ہے۔ (Pg. 143)

مغربی بنگالی اور بہار کے ایک ہزار سے زائد مسلم اکثریتی گاؤں اور یوپی میں اس طرح کے 1943 مواضعات میں کسی تعلیمی ادارے کا نام ونشان بھی نہیں۔ مسلم اکثریت والے چھوٹے گاؤں کی حالت تو اور بدتر ہے۔ (Pg. 143)

مسلمانوں کے مسائل دوچند ہوجاتے ہیں کیوں کہ ان کی اکثریت ان ریاستوں میں ہے جہاں پہلے ہی سے انتظامی سہولیات کا فقدان رہا ہے۔ لیکن اس کے نتیجے میں مسلمانوں کی بڑی تعداد کو بنیادی سہولتوں سے محروم رہنا پڑتا ہے۔ (Pg. 145)

غربت اور خرچوں کی تناسب

مسلمانوں میں حد درجہ کی غربت ہے۔ بہ حیثیت مجموعی پسماندہ ذات اور پسماندہ قبائل کے مقابلہ میں ان کی حالت کچھ بہتر ہے۔ دوسرے گروہوں سے مقابلہ کرنے پر پتہ چلتا ہے کہ دیہات کے مسلمانوں سے کہیں زیادہ شہری مسلمان محرومیت کے شکار ہیں۔ (Pg. 153)

94-1993 سے 05-2004 کے درمیان شہری علاقوں میں رہنے والے مسلمانوں کی بدحالی میں کچھ کمی آئی ہے تو دیہاتوں میں معقول حد تک کمی آئی ہے۔ (Pg. 160)

شہری علاقوں کے مسلمانوں کی معاشی حالت دوسرے گروہوں کے مقابلہ میں بہتر نہیں ہوئی ہے۔ (Pg. 157)

05-2004 میں (موجودہ قیمت کے لحاظ سے) شہروں میں عام فی کس خرچ ایک ہزار 105 روپیہ سالانہ تھا۔ تقابلی لحاظ سے یہ رقم اونچی ذات کے ہندوؤں کے لئے (1469) دوسری اقلیتوں کے لئے (1485) روپے دیگر پسماندہ ہندوؤں کے لئے (955) روپے مسلمانوں کے لئے (804 روپے) پسماندہ ذات اور قبائل کیلئے (793 روپے) تھا۔ یعنی اونچی ذات کے ہندوؤں کا فی کس خرچ مسلمانوں اور پسماندہ ذات اور پسماندہ قبائل سے تقریباً 80 فیصد زیادہ تھا۔ (Pg. 153)

واقعہ یہ ہے کہ شہری علاقہ کے زیادہ تر مسلمان گھرانوں کے خرچ کی حد پانچ سو روپے ہے۔ (Pg. 154)

سرکاری نوکریاں اور منصوبے

سچر رپورٹ میں کہا گیا ہے کثیر الوجود سماج کی حکومت میں عوام کی شمولیت کو بڑھانے کے لئے ضروری ہے کہ سرکاری سکٹر کی ملازمتوں میں ہر فرقہ والے کو معقول نمائندگی دی جائے۔ لیکن سرکاری سکٹر کی ملازمتوں میں مسلمانوں کو جس طرح کھلم کھلا کم نمائندگی دی گئی ہے۔ وہ حکومت ہند کی طرفدارانہ ذہنیت کا افسوسناک ثبوت ہے۔ (Pg.163)

آئی اے ایس میں مسلمانوں کی موجودگی تین فیصد، آئی ایف ایس میں 1.8 فیصد اور آئی پی ایس میں چار فیصد ہے۔ (Pg.165)

2003 اور 2004 کے سول سروس کے مقابلہ جاتی امتحانات میں 4.9 فیصد مسلمان امیدوار شریک ہوئے تھے۔ (Pg.166)

دوسرے شعبوں کی ملازمتوں میں بھی مسلمانوں کی حصہ داری انتہائی کم ہے۔ کسی بھی ریاست کے مسلمانوں کو ان کی آبادی کے لحاظ سے سرکاری ملازمتوں میں جگہ نہیں دی گئی ہے۔ (Pg.171)

انڈین ریلویز میں مسلمان کا تناسب 4.5 فیصد ہے نچلے درجہ کی ملازمت میں 98.7 فیصد ہے۔ (Pg.167)

سیکوریٹی ایجنسیز میں مسلمانوں کی حصہ داری چار فیصد ہے۔ (Pg.168)

عدلیہ میں مسلمانوں کی موجودگی اور شرکت کا معاملہ تشویشناک ہے۔ (Pg.173)

یونیورسٹیوں اور بینکوں میں بھی مسلمانوں کی نمائندگی بہت کم ہے۔ (Pg.169)

کسی بھی ریاست کے سرکاری محکموں میں مسلمانوں کو ان کی آبادی کے تناسب سے نمائندگی نہیں دی گئی ہے۔ (Pg.171)

تعلیمی محکمہ میں مسلمان 4.4 فیصد ہیں جبکہ محکمہ مواصلات میں 5.6 فیصد ہیں۔ (Pg.172)

مغربی بنگال میں مسلمانوں کی آبادی 25.2 فیصد ہے مگر وہاں کی حکومت نے مقامی مسلمانوں کو صرف 2.1 فیصد نمائندگی دی ہے۔ مغربی بنگال کی صورتحال بہت ہی خراب ہے کیوں کہ گجرات تک میں جہاں مسلمانوں کی آباد 9.1 فیصد ہے وہ 5.4 فیصد سرکاری ملازمت میں ہیں۔ ستم ظریفی دیکھئے کہ مارکس وادی کمیونسٹ پارٹی ہی نے سب سے پہلے سچر رپورٹ کو نافذ کرنے کی مانگ کی ہے۔ (Pg.170-175)

حال ہی میں ریاستی پبلک سروس کمیشن کی طرف سے 2.1 فیصد مسلمانوں کو ملازمت دی گئی۔ (Pg.176)

سرکاری نوکریاں اور منصوبے

سچر کمیٹی کے مطابق خاص طور پر عوامی رابطہ والے یا حساس فرائض انجام دینے والے شعبوں میں مسلمانوں کو قابل لحاظ نمائندگی دینے کی ضرورت ہے۔ (Pg. 175)

غریبی ہٹانے کے لئے حکومت کے خصوصی پروگراموں کا ریاستوں کی سطح پر جائزہ لینے پر پتہ چلتا ہے کہ زیادہ تر معاملات میں مسلمانوں کے ساتھ انصاف نہیں کیا گیا ہے۔ سرکاری پروگراموں سے یوپی کے 3.14 فیصد مسلمانوں کو فائدہ پہنچا ہے جبکہ غریب مسلمانوں کے تناسب سب جو وہاں 24 فیصد ہے بہت کم ہے۔ (Pg. 177)

کیرلہ میں غریبی کی سطح سے نیچے کے مسلمان 30.7 فیصد ہیں مگر اکثر سرکاری پروگراموں سے انہیں پانچ سے 18 فیصد کے درمیان فائدہ پہنچا ہے۔ (Pg. 183)

چھوٹے تاجروں کو مالی امداد پہنچانے کے لئے مولانا آزاد فاؤنڈیشن کی طرف سے ایک ہزار کروڑ روپئے کی مانگ کی گئی تھی مگر 2006-07 میں اس مد کے لئے ایک سے دو سو کروڑ روپیہ بڑھایا گیا۔

قومی اقلیتی ترقیاتی مالی کارپوریشن (این ایم ڈی ایف سی) کی سرگرمیوں سے مسلمانوں کو فائدہ تو پہنچا مگر ان بینکوں اور دوسرے مالی اداروں کے مقابلہ میں اس کارپوریشن کی طرف سے بہت کم قرضے مہیا کئے جاسکے۔ (Pg. 184-185)

سرکاری پروگراموں سے مسلمانوں کو کم سے کم فائدہ پہنچنے کا ایک سبب یہ ہے کہ مسلمان سرکاری اور سیاسی معاملات میں کم سے کم حصہ لیتے ہیں۔ (Pg. 187)

چنے گئے اداروں میں اگر مسلمانوں کی شمولیت کم ہے تو انہیں اور دوسرے طبقوں کو نت نئے طریقوں سے فیصلہ کن طریقوں داخل کیا جاسکتا ہے جس طرح آندھرا پردیش میں نامزد کیا جاتا ہے۔ (Pg. 187)

اوبی سی مسلمان

ہندوؤں کی طرح مسلمانوں میں بھی ذات پات کی تفریق ہے ۔ سماجی اعتبار سے مسلمان تین گروہوں (اشراف، اجلاف اورارزال) میں بٹے ہوئے ہیں۔اشراف وہ ہیں جن کی کوئی سماجی مجبوری یا نااہلی نہیں۔اجلاف کی حیثیت ویسی ہی ہے جیسی ہندوؤں میں اوبی سی کی۔اورارزال کمترین ذات کے ہوتے ہیں جیسے ہندوؤں میں پسماندہ ذات کے۔ (Pg. 192)

1950 کے صدارتی فرمان کے ذریعہ پسماندہ ذات ہندوؤں کے اس گروہ کو قرار دیا گیا تھا جو ''گندہ پیشہ'' کرتے ہیں۔(سکھوں اور نو بدھسٹوں کو بھی پسماندہ ذات میں شریک کرلیا گیا ہے)منڈل کمیشن نے اجلاف اورارزال کو بھی اوبی سی کے زمرہ میں شریک کیا ہے۔ (Pg. 193)

سچر کمیٹی نے یہ رائے ظاہر کی ہے کہ بہتر یہ ہوگا کہ انہیں پسماندہ ذات کے زمرہ میں شریک کرلیا جائے یا کم سے کم انتہائی پسماندہ ذات (ایم بی سی) کا ہم پلہ قرار دیا جائے۔ (Pg. 198)

ہندوستانی مسلمانوں کے لئے مثبت اقدامات (ریزرویشن) کے سردست تین نمونے ہیں (۱) بالائی طبقہ کے علاوہ باقی تمام مسلمانوں کے لئے ریزرویشن (کیرلہ اور کرناٹک کی طرح) (۲) ان تمام مسلمانوں کے لئے جن کا تعلق پسماندہ ذات (برادری سے ہو) تامل ناڈو) دوسرے پسماندہ ذات (اوبی سی) کو پسماندہ اور انتہائی پسماندہ (ایم بی سی) میں بانٹ کر زیادہ تر مسلمانوں کو ایم بی سی میں گنا جائے (بہار) (Pg. 196-199)

تازہ ترین نیشنل سیمپل سروے کے مطابق جن مسلمانوں کو اوبی سی کی فہرست میں رکھا گیا ہے وہ تمام مسلمانوں میں 40.7 فیصد ہے۔اوراوبی سی کی مجموعی گنتی میں اوبی سی مسلمان 15.7 فیصد ہیں۔ (Pg. 200)

مسلمانوں کی کل آبادی میں پسماندہ ذات کے مسلمانوں کی شرح ایک فیصد ہے تو پسماندہ قبائل کے زمرہ میں ان کی گنتی بہت کم ہے۔یعنی 1991 کی مردم شماری کے لحاظ سے پسماندہ قبائل کی مجموعی آبادی کے محض 0.25 فیصد اور یہ زیادہ تر لکش دیپ میں آباد ہیں۔ (Pg. 203)

اوبی سی مسلمانوں کی حد درجہ کم نمائندگی سے ظاہر ہوتا ہے کہ پسماندہ ذات سے تعلق رکھنے والوں کے لئے جو مراعات رکھی گئی ہیں وہ ہنوز ان تک نہیں پہنچی ہیں۔ (Pg. 205)

عام مسلمانوں کی حالت بھی ہندو اوبی سی سے جنہیں ریزرویشن کا حق دیا گیا ہے کمتر ہے۔ (Pg. 213)

وقف بورڈ

ملک بھر میں 4.9 لاکھ رجسٹرڈ وقف جائدادیں ہیں۔ مگر اس وقت ان کے ذریعہ سالانہ صرف 163 کروڑ کی آمدنی ہوتی ہے یعنی 2.7 فیصد کا حقیر فائدہ ہوتا ہے۔ (Pg. 219)

اس وقت کی قیمت کے حساب سے تمام وقف جائدادوں کی قیمت 1.2 لاکھ کروڑ ہے۔ اگر ان املاک کو بازار کے مطابق ڈھنگ سے کام میں لایا جائے تو کم از کم دس فیصد سالانہ یعنی بارہ ہزار کروڑ کا منافع حاصل ہو (ذرا اس کا موازنہ مولانا آزاد فاؤنڈیشن سے کیا جائے جس کا سرمایہ دوسو کروڑ ہے تو دس فیصد کی شرح سے سالانہ محض بیس کروڑ روپیہ حاصل ہوگا) (Pg. 219)

سچر کمیٹی کے جواعدادوشمار ہیں اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ جہاں وقف جائداد کا استعمال قابلیت اور کارگزارانہ طریقہ سے ہوتا ہے وہاں اوسطاً بیس فیصد سالانہ کی آمدنی ہوتی ہے۔ (Pg. 219)

ریاستی وقف بورڈ ز اور مرکزی وقف بورڈ کے غیر تشفی بخش اختیارات کی وجہ سے وقف بورڈ کی انتظامی کارکردگی اطمینان بخش نہیں ہوتی ہے۔ (Pg. 221)

باوجودیکہ حکومت نگراں ہے مگر وہ بھی عام طور پر وقف بورڈ کی جائداد پر تصرف کر لیتی ہے۔ (Pg. 221)

ریاستی حکومتوں اور ان کے کارگزار اداروں کے طرز عمل سے ان نیک مقاصد کی تنسیخ ہوتی رہتی ہے جس کے تحت رفاہی کاموں کیلئے یہ جائدادیں وقف کی گئی تھیں۔ (Pg. 222)

وقف انتظامیہ پر کڑی نظر رکھنے اور ناجائز تصرفات کو ختم کرنا لازمی ہے۔ (Pg. 224)

کئی ریاستوں میں وقف کی بڑی رقم جمع ہے مگر مختلف اسباب کی آڑ میں وقف بورڈ ز کو وہ رقم نہیں دی جارہی ہے۔ (Pg. 226)

خاص طور پر دلی وقف بورڈ ز کو اس کی بیش قیمت املاک کے موثر استعمال سے باز رکھا جارہا ہے جبکہ حالیہ تخمینہ کے مطابق اس کی موجودہ قیمت چھ ہزار کروڑ روپیہ ہے۔ (Pg. 228)

ریاستی اور قومی سطح پر وقف جائدادوں کی ترقی کے لئے ٹیکنیکل مشاورتی کمیٹی کا قیام ازحد ضروری ہے۔ (Pg. 228)

مرکزی وقف کونسل کے علاوہ ہر ریاست کے وقف بورڈ میں دو عورتوں کو مقرر کرنا نہایت ضروری ہے۔ (Pg. 229)

ریاستی وقف بورڈ کے چیئرمین اور ممبر کی حیثیت سے اس ریاست کے اہم اور مشہور لوگوں کو چنا جائے۔ (Pg. 229)

تناظر اور سفارشات

سچر رپورٹ کی سفارشات کی دو سطحیں ہیں

ایک عام پالیسی کی تمہید جو سماجی، معاشی حالات کے مختلف پہلو اور تعلیمی ترقی سے تعلق رکھتی ہے۔

دو! خصوصی اقدامات کی پالیسی جس کا کسی خاص مسئلہ کی توسیع (جیسے تعلیم اور قرضے وغیرہ) سے تعلق ہے۔

عام پالیسی کی ابتداء

(۱) شفافیت اور جوابدہی کی ضرورت

- اعداد و شمار کا قومی بینک (این ڈی بی) قائم کیا جائے۔ جہاں مختلف سماجی اور مذہبی گروہوں کی سماجی اقتصادی اور تعلیمی حالت کے بارے میں متعلقہ معلومات جمع کی جائیں۔ یہ اعداد و شمار کمپیوٹر کے ذریعہ انٹرنیٹ پر فراہم کی جائیں۔ (Pg. 238)

- جانچ اور سماعت کرنے والا ایک آزاد ادارہ (اے ایم اے) قائم کیا جائے جو مختلف سماجی اور مذہبی گروہوں کو ترقیاتی کاموں سے کیا اور کتنا فائدہ پہنچا ہے، اس کا جائزہ لینے کا ذمہ دار ہو۔ (Pg. 239)

(۲) مساوی مواقع کی یقین دہانی اور بھید بھاؤ کا خاتمہ

- مسلمانوں سے امتیازی سلوک روا رکھنے کا جو عام احساس ہے اسے دور کرنے کے لئے این ڈی بی کی فراہم کردہ معلومات کی روشنی میں اگر بھید بھاؤ برتا جاتا ہے تو اس کا جائزہ لیا جائے۔ (Pg. 239)

- چھان بین سے اگر بھید بھاؤ برتنا ثابت ہو جائے تو اسے ختم کرنے کے لئے قانونی گنجائش پیدا کی جائے۔ (Pg. 239)

- بنیادی حقوق کے تحت اقلیتوں کے مذہبی، لسانی اور تہذیبی معاملات کے تحفظ کی جو آئینی ضمانت دی گئی ہے اس کی اگر خلاف ورزی ہو تو عدالت سے چارہ جوئی کی جائے۔ (Pg. 239)

- مساوی مواقع کے کمیشن (ای او سی) کا قیام عمل میں لایا جائے جو محروم گروہ کی اس شکایت کی کہ مساوی مواقع نہیں دیئے گئے یا تنگ نظری اور بھید بھاؤ سے کام لیا گیا، چھان بین کرے۔ اس کی ایک مثال برطانیہ کا نسلی تعلقات کا ایکٹ 1976 ہے۔ اپنے یہاں بھی قومی حقوق انسانی کمیشن (این ایچ آر سی) اور قومی کمیشن برائے اقلیت (این سی ایم) ہیں جو محدود پیمانہ پر ہی سہی مگر ریاستی اداروں کے خلاف روزمرہ کی شکایات کا ازالہ اچھی طرح کر سکتے ہیں۔ (Pg. 240)

(۳) سرکاری معاملات میں مسلمانوں کی شمولیت بڑھائی جائے۔

- چونکہ جمہوری نظام میں ایک شخص ایک ووٹ کی بنیاد پر گنتی کی اہمیت ہوتی ہے اسی لئے ہندوستان کی اقلیتیں اثر دار کارکردگی اور سیاسی اہمیت سے محروم رہتی ہیں۔ مقامی انتظامیہ میں اقلیتوں کی کارگزار شمولیت کو بڑھانے کے لئے بہت ہی سوچ سمجھ کر نامزدگی کا طریقہ اپنانے کی ضرورت ہے۔ (Pg. 239)

تناظر اور سفارشات

- حلقہ ہائے انتخاب کی حد بندی کا جو طریقہ ہے اسے ختم کیا جانا چاہیئے کیوں کہ اس طرح مسلم اکثریتی علاقوں کو پسماندہ ذات کا محفوظ حلقہ انتخابات قرار دے دیا جاتا ہے۔اور اس کی وجہ سے بڑی حد تک مسلمانوں کے اختیارات ختم ہو جاتے ہیں۔لہٰذا حلقہ انتخابات کی حد بندی کے لئے زیادہ معقول طریقہ اپنایا جانا چاہیئے۔ (Pg. 241)

(۴) تنوع کی حوصلہ افزائی ہو

- مل جل کر رہنے کی ترغیب۔رہن سہن، تعلیمی میدان اور کام کی جگہوں پر مختلف قسم کے لوگوں کو مل جل کر رہنے کی ترغیب دینے کے ساتھ انعام سے نوازنے کی بھی اشد ضرورت ہے۔مذہبی تنوع ایک بڑا سبب ہے۔مگر تعلیم اور روزگار کے معاملات میں عورت مرد کا سوال بھی اتنا ہی بڑا سبب ہے۔ (Pg. 242)

تنوع کا اشاریہ تیار کر کے نت نئی رنگا رنگی کے سلسلے میں سرکاری اقدامات کو اس طرح جوڑا جائے۔

جن تعلیمی اداروں میں بڑی رنگارنگی ہے اور جہاں اسے باقی رکھنے کی بھی صلاحیت ہو ان اداروں کی ہمت افزائی کے لئے کثیر رقم فراہم کی جائے۔یہ بھی حوصلہ افزائی کا ایک طریقہ ہے جسے کالجوں اور یونیورسٹیوں اور پبلک اور پرائیویٹ سکٹر میں برتا جا سکتا ہے۔

پرائیویٹ سکٹر میں بھانت بھانت کے کارکنوں کو ملازمت دینے کے لئے ان اداروں کی بھی حوصلہ افزائی کی جائے۔ویسے یہ اجتماعی سماجی ذمہ داری ہے مگر کچھ تائیدی اقدام کرنے پر یہ سلسلہ شروع ہو سکتا ہے۔

بلڈروں کی حوصلہ افزائی کی جائے تاکہ وہ ایسی عمارتیں تیار کریں جس میں مختلف النوع لوگ ایک ساتھ رہ سکیں اور اس طرح ہر سماجی اور مذہبی گروہ کے لوگوں کے لئے مشترکہ رہائش کی جگہ بن جائے۔

(۵) مشترکہ عوامی جگہوں کی آسانی مہیا کی جائے

ملی جلی آبادی اور اس کے اطراف میں پارک، لائبریری اور مطالعہ کی جگہ بنانے کے لئے حوصلہ افزائی کی جائے تاکہ مختلف سماجی اور مذہبی گروہ کے بچے پڑھنے لکھنے کے علاوہ ایک دوسرے کے ساتھ تبادلہ خیال بھی کر سکیں۔اجتماعی یا سماجی سوسائٹیاں اس سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اصلاحی کلاسیس، دارالمطالعہ اور دوسرے مفید کام کر سکیں۔ (Pg. 242)

(۶) سرکاری عملوں کے اندر احساس:۔سرکاری افسروں اور دوسرے عملوں کے اندر یہ احساس پیدا کیا جائے کہ ترقیاتی کاموں، پروگراموں کی تعمیل، عوامی خدمت اور سماجی علیٰحدگی کی وجہ سے پیدا ہونے والے مسائل میں کثرت میں وحدت کے اصول کا لحاظ رکھنے کے ساتھ اسے آگے بھی بڑھایا جائے۔

(Pg. 243)

<u>خصوصی پالیسی کی ابتداء</u>

<u>تعلیم کو اولین ترجیح دی جائے</u>

(۱) چودہ سال کی عمر تک کے بچوں کے لئے مفت اور لازمی تعلیم کا انتظام کرنا حکومت کا فرض ہے۔اس فرض کی ادائیگی کا نازک پہلو یہ ہے کہ مسلمانوں کے تعلیمی حالات کو بہتر بنایا جائے۔اس کے ساتھ ہی سماجی اور معاشی طور پر پسماندہ تمام محروم بچوں کے لئے ایسا ہی انتظام کیا جائے۔

تناظر اور سفارشات

(۲) اسکولوں کی درسی کتابوں کو تعصب سے پاک کیا جائے۔ اسکول کی نصابی کتابوں سے ان حصوں کو جو براہ راست یا بالواسطہ نامناسب سماجی قدروں خاص کر مذہبی عدم رواداری کو بڑھاتے ہوں انہیں کتاب سے خارج کرنے کا سلسلہ لازمی طور پر شروع کیا جائے۔ (Pg. 244)

(۳) مشترکہ دارالمطالعہ کا قیام: یہ نہایت ضروری ہے کہ غریب علاقہ کے طلبا کے لئے مطالعہ کے مشترکہ مراکز قائم کئے جائیں تاکہ وہ وہاں چند گھنٹے بیٹھ کر یکسوئی کے ساتھ پڑھ لکھ سکیں۔ یہ ایسا کام ہے جس میں سرکار کے علاوہ غیر سرکاری فلاحی ادارے (این جی اوز) اور کارپوریٹ سکٹر والے تعاون پہنچا سکتے ہیں۔ (Pg. 244)

(۴) مسلم اکثریتی علاقوں میں میعاری سرکاری اسکول کھولے جائیں۔ (Pg. 244)

(۵) 9 سے 12 درجہ تک کی لڑکیوں کے لئے خاص اسکول قائم کئے جائیں اور جن اسکولوں میں مخلوط تعلیم ہو وہاں زیادہ سے زیادہ خاتون ٹیچروں کو مقرر کیا جائے۔ (Pg. 244)

(۶) مادری زبان میں تعلیم حاصل کرنے کا حق آئینی ہے اس لئے مادری زبان میں تعلیم دینے والے پرائمری اسکول مہیا کئے جائیں۔ اور جہاں اردو بولنے والوں کا غلبہ ہو وہاں اردو ہی میں ابتدائی تعلیم دینے کا بندوبست کیا جائے۔ (Pg. 244)

(۷) ٹکنیکل تعلیم اور جو میٹرک پاس نہ ہوں ان کے لئے ٹیکنیکل تربیت گاہ۔

(۱) آئی ٹی آئی میں داخلہ کی لیاقت کی حد آٹھواں درجہ کر دیا جائے۔ چھوٹے سکٹر کے ساتھ ابھرتے بازار کی ضرورتوں کو سامنے رکھتے ہوئے آئی ٹی آئی کورسز کو بڑھایا جائے۔ یہ تربیتی اقدامات ان جگہوں پر بھی کئے جائیں جہاں اقلیتی آبادی زیادہ ہو۔ (Pg. 245)

(۲) آئی ٹی آئی اور پالی ٹیکنیک کے ذریعہ تربیت گاہوں کے قیام کے وقت تیزی سے ترقی کرنے والے سکٹر کا جس سے مسلمانوں کی بڑی تعداد وابستہ ہے خیال رکھا جانا چاہیئے۔ (Pg. 245)

(۳) ان پروگراموں میں مدرسہ سے فراغت پانے والے بچوں کا بھی خیال رکھا جائے کیوں کہ ان دنوں ٹیکنیکل تعلیم حاصل کرنے کے وہ مستحق نہیں سمجھے جاتے ہیں۔ (Pg. 245)

(۸) اعلیٰ تعلیم کا بندوبست

طویل میعاد کے اقدام۔ اس کمی کو دور کرنے کا دوررس اقدام یہ ہو سکتا ہے کہ مسلمانوں میں اسکولوں کو مکمل کرنے کی شرح بڑھائی جائے۔ (Pg. 245)

درمیانی اور مختصر مدتی اقدامات۔ یونیورسٹی گرانٹس کمیشن (یو پی سی) کی طرف سے ان اسکولوں کو مزید مالی تعاون دیا جائے جہاں مختلف گروہ کے بچے پڑھتے ہوں۔ اقلیتی اداروں کے لئے بھی یہ اصول ہو۔ غریب مسلمان بچے ان اداروں تک پہنچتے ہیں یا نہیں اس کو یقینی بنانے کے لئے یو جی سی ان اسکولوں کو انعام دے جہاں کم فیس لی جاتی اور صلاحیت اور حیثیت کے پیش نظر وظیفے دیئے جاتے ہوں۔ (جزوی مالی مدد کے طور پر یو جی سی مزید رقم فراہم کرے) (Pg. 246)

تمام یونیورسٹیوں اور خود مختار کالجوں میں سارے سماجی اور مذہبی گروہوں سے تعلق رکھنے والے انتہائی پسماندہ بچوں کے داخلہ کے لئے متبادل شرط اور ضابطہ بنایا جائے۔ یعنی صلاحیت اور مارکس کی بنیاد پر ساٹھ فیصد داخل کئے جاتے ہیں تو چالیس فیصد پسماندہ لوگوں کے لئے مخصوص رکھے جائیں (خصوصیت اس طرح برتی جائے کہ کم آمدنی والوں کے لئے تیرہ فیصد، پسماندہ اضلاع سے تعلق رکھنے والوں کے لئے تیرہ فیصد اور پسماندہ طبقہ والوں کے لئے چودہ فیصد) (Pg. 246)

(۹) ہوسٹلز اور بورڈنگ ہاؤس کا انتظام خاص کر لڑکیوں کے لئے

اقلیتی فرقوں سے تعلق رکھنے والے طلبا کو معقول خرچ پر ہوسٹلوں کی آسانیاں ترجیحی طور پر مہیا کی جائیں۔ ویسے تو اقلیتی فرقہ کے تمام طالب علموں کو یہ آسانی چاہیئے مگر ضروری ہے کہ ہر درجہ کے شہروں میں لڑکیوں کو خاص طور پر یہ آسانی پہنچائی جائے۔ اس کے بعد ہر طرح کے سماجی اور مذہبی گروہوں سے تعلق رکھنے والے پسماندہ افراد کے لئے تعلقوں میں بھی اس طرح کی آسانی پہنچائی جائے۔ (Pg. 246)

(۱۰) ٹیچر ٹریننگ پروگرام

(۱) ٹیچر ٹریننگ کے نصاب میں لازمی طور پر تنوع لانے اور ملک میں کثرت وجود کی اہمیت بتانے کے ساتھ ٹیچروں کو مسلمانوں اور حاشیہ پر رکھے جانے والے دوسرے گروہوں کی ضرورتوں اور امیدوں کا احساس کرایا جائے۔ اس اصول پر کہاں تک عمل ہوتا ہے اس کا جائزہ نیشنل کونسل آف ٹیچر ایجوکیشن (این سی ٹی ای) لیتی رہے۔ (Pg. 247)

(۲) موجودہ تعلیمی میعار کے پیش نظر اس کا امکان کم ہی ہے کہ مسلمان بڑی تعداد میں بی ایڈ میں داخلہ لیں۔ مگر نیم تدریسی دستہ میں ان کی شمولیت کا امکان ہے۔ اس لئے عبوری طور پر اس میں مسلمانوں کی شمولیت بڑھانے کی کوشش کی جائے۔ (Pg. 247)

(۱۱) اردو زبان کی حمایت:

اکثر اردو اسکولوں میں وہ ٹیچر ہوتے جو خود اردو نہیں جانتے۔ یہ مسئلہ اس وجہ سے اور دشوار ہو جاتا ہے کہ اردو ٹیچرز کی اسامیاں پسماندہ ذات/ پسماندہ قبائل کے امیدواروں کے لئے مخصوص رکھی جاتی ہیں۔ اور ایسے امیدوار ملتے نہیں۔ اس بے قاعدگی کو جلد از جلد دور کرنے کی ضرورت ہے۔ (Pg. 247)

ملک کے ان خطوں میں اردو کے میعاری اسکول قائم کئے جائیں جہاں اس کی ضرورت ہو۔ ساتھ ہی اس کا بھی لحاظ رکھا جائے کہ اردو میں نصاب کی میعاری کتابیں بھی دستیاب ہوں اور ان اسکولوں کے فارغ طلباء روزگار پانے کے لائق ہیں۔ تمام سرکاری اور سرکاری امداد پانے والے اسکولوں میں اردو کو اختیاری مضمون کے طور پر رائج کیا جائے۔ بشرطیکہ وہاں اردو جاننے والوں کی تعداد خاصی ہو۔ (Pg. 247)

(۱۲) مدرسوں کو عام تعلیمی نظام سے منسلک کیا جائے۔

ایسا انتظام کیا جائے کہ مدرسہ کا الحاق ہائر سیکنڈری اسکول بورڈ سے ہو جائے تا کہ جو طلبہ مستقبل/ خاص تعلیمی دھارے میں شامل ہونا چاہئیں، وہ مدرسہ کی تعلیم مکمل کرنے کے بعد اس میں شریک ہو جائیں۔ (Pg. 248)

اعلیٰ سطحی تعلیم مہیا کرنے والے اداروں میں داخلہ کے لئے مدرسہ کے سرٹی فیکٹ اڈگری کو تسلیم کیا جائے۔ (Pg. 248)

مدرسہ کی ڈگری رکھنے والوں کو بھی سول سروسز بینکوں دفاعی سروسوں اور اسی طرح کے دوسرے مقابلہ جاتی امتحانات میں شرکت کا اہل قرار دیا جائے۔ لیکن ان مقابلہ جاتی امتحانات کے موجودہ نظام کو باقی رکھتے ہوئے۔ (Pg. 248)

مدرسوں کی جدید کاری کے پروگرام کو عام کرنے سے پہلے اس اسکیم کا جائزہ اور تشکیل نو کر لیا جائے۔ (Pg. 248)

تناظر اور سفارشات

قرضوں اور سرکاری اسکیموں تک زیادہ سے زیادہ رسائی کی ضمانت

مسلمان کارکنوں کی ایک بڑی تعداد گھریلو کاموں کی وجہ سے خود روزگار ہے لیکن قرضوں کے بارے میں ان کی معلومات اور رسائی بہت کم ہے۔ اور یہ ایک سنگین مسئلہ ہے۔ قرضوں سے محروم رہنے پر اس فرقہ کی سماجی معاشی اور تعلیمی حیثیت پر دوررس اثر پڑ سکتا ہے۔

(۱) بینکوں کو اپنے کھاتہ داروں اور خریداروں کے مذہبی پس منظر کے بارے میں تمام معلومات حاصل کرنے کے بعد آر بی آئی کو بھی اس سے روشناس کرانا چاہیئے۔ اور آر بی آئی کی طرف سے معلومات حاصل کرنے کے حق کے قانون کے تحت دوسروں کو آگاہ کیا جائے۔ (Pg. 249)

(۲) ترجیحی طور پر پیشگی قرض مہیا کرنے والے اداروں سے مسلمانوں کی واقفیت اور رسائی بڑھائی جائے۔ اقلیتوں کے لئے مخصوص کسی پروگرام کا نشانہ حاصل کرنے میں کوئی کمی رہ جائے تو این ڈی ایف سی این اے آر ڈی اور ایس آئی ڈی بی آئی کے ذریعہ اس مخصوص پروگرام کو مالی امداد پہنچائی جائے۔ (Pg. 249)

(۳) مسلم اکثریتی علاقوں میں زیادہ سے زیادہ شاخیں کھولنے کے لئے بینکوں کو بڑھاوا دیا جائے۔ آر بی آئی کی طرف سے ترجیحی سکٹر کی طرف سے زر پیشگی کے متعلق وقتاً فوقتاً جو رپورٹ دی جاتی ہے اس میں یہ بھی بتایا جائے کہ اس مدت میں مسلمانوں کے لئے کیا منظور کیا اور کتنا دیا گیا۔ پچھلی رقم کا بھی حوالہ دیا جائے۔ (Pg. 250)

(۴) اسمال انڈسٹریز ڈیولپمنٹ بینک آف انڈیا (اس آئی ڈی بی آئی) کی طرف سے نئے کام شروع کرنے والوں کی ترقی کے پروگرام کے تحت جو رقم دی جاتی ہے اس میں اقلیتوں کی تربیت کے لئے رقم مختص کر دی جائے مگر یہ کام صرف پشتینی کاموں میں لگے کاریگروں کا ہنر بڑھانے کے لئے نہیں بلکہ گلوبلائزیشن کی وجہ سے ان کی ہنرمندی پر کوئی الٹا اثر نہ پڑے تو اس کا مقابلہ کرنے کے لئے انہیں جدید ترین حرفت سے بھی آراستہ کیا جاسکے۔ (Pg. 250)

(۵) یہ ایک عام تاثر ہے کہ سلف ہیلپ گروپ (ایس ایچ جی) اپنی مدد آپ کرنے والے گروپ اور چھوٹے قرضوں کے دوسرے پروگراموں میں مسلمانوں کی شمولیت بہت محدود ہے۔ نیشنل بینک فار ایگری کلچرل اینڈ رورل ڈیولپمنٹ (این اے بی اے آر ڈی) کی طرف سے ایسی پالیسی وضع کی جائے کہ چھوٹے قرضوں کی اسکیم میں اقلیتوں کی زیادہ سے زیادہ شمولیت ہو۔

(۶) حکومت کے روزگار فراہم کرنے اور دوسرے پروگراموں کا تفصیلی جائزہ لینے پر پتہ چلتا ہے کہ ان دونوں معاملات میں مسلمانوں کی شمولیت بہت کم ہے۔ ضرورت ہے کہ متعلقہ انٹرویو پینل اور بورڈ میں اس فرقہ کے ماہرین کو لیا جائے۔ پسماندہ ذات/ پسماندہ قبائل کے سلسلہ میں اس کا چلن ہے (Pg. 250)

(۷) ان تمام (58) ضلع میں جہاں مسلمانوں کی آبادی 25 فیصد ہے وہاں کی اقلیتوں کی فلاح و بہبود کے لئے وزیر اعظم کے پندرہ نکاتی پروگرام کو نافذ کیا جائے۔ ان اضلاع کی ترقی و توسیع کے لئے خصوصی امدادی پیکیج جاری کئے جائیں۔ تعلقہ/ بلاک دوسری چھوٹی جگہوں میں بھی جہاں مسلمانوں کی بہتات ہو اس اصول پر عمل کیا جائے۔ (Pg. 250)

(۸) ہر شعبہ میں اقلیتوں کی سرگرمیوں کے متعلق صاف ستھری معلومات بہم پہنچائی جائے۔ تین میں ایک بار مقررہ طرز پر معلومات فراہم کر کے شائع کی جائیں۔ اور متعلقہ محکمے اور ریاستی حکومتوں کے ویب سائٹ پر بھی پیش کی جائیں۔ (Pg. 250)

(۹) سرکاری پروگراموں کا جائزہ لینے سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان پروگراموں سے مسلمانوں کو زیادہ فائدہ نہیں پہنچا ہے۔ سرکاری پروگراموں میں دوسرے سماجی اور مذہبی گروہوں کی شمولیت کے متعلق ریاستی اور مرکزی سطح پر اعداد شمار پابندی کے ساتھ اکٹھا کئے جائیں۔ (Pg. 251)

(۱۰) پسماندہ ذاتوں، پسماندہ قبائل اور او بی سی کی فلاح و بہبود کے لئے بہت ساری مرکزی اسکیمیں اور منصوبے ہیں مگر اقلیتوں کے لئے ایسا کچھ نہیں ہے ویسے ان اسکیموں میں فنڈ بھی ناکافی ہوتا ہے۔ بہرکیف پسماندہ اضلاع اور جس جگہہ ہنرمندوں کی اکثریت ہو وہاں اس پر عمل درآمد ہو تو وسائل اور حصول کے معاملہ میں جو فرق ہے اس میں بہت کمی آئے گی۔ ا (Pg. 251)

روزگار کے مواقع میں بہتری کی ضرورت

(۱) جہاں مسلمان پیشہ وروں کی کثرت ہے اور ان کے کاموں میں بہتری اور ترقی کے امکانات ہوں تو اسے فروغ دینے کے لئے مالی اور دوسری مدد پہنچائی جائے۔ یہ اقدامات اس طرح کئے جائیں کہ کاریگروں کی روایتی حرفت کے ساتھ انہیں نئی ٹیکنالوجی درپیش مارکیٹ کی ضرورتوں اور انتظامی امور سے بھی روشناس کرایا جاسکے۔ (Pg. 251)

(۲) مسلم اکثریتی علاقوں/آبادی میں جن آئی آئی ٹی پالی ٹیکنیک اور ان اداروں میں جہاں میٹرک پاس نہ ہوں تب بھی ہنرمند بنایا جاتا ہو ان کی نشاندہی کی جائے۔ (Pg. 252)

(۳) غیر رسمی سکٹر خاص کر گھروں میں کام کرنے والے باروزگار لوگوں کی حالت بہت نازک ہوتی ہے اس لئے ضرورت اس بات کی ہے کہ ایسے کام کرنے والوں کو باضابطہ مزدور بھی ان اسکیموں سے مستفید ہوسکیں۔ (Pg. 252)

(۴) بہت شفاف طریقے سے تقرری کی جائے تو اس طریقہ پر عوام کا اعتماد بڑھ سکتا ہے۔ کہنے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ انتخابی کمیٹیوں میں اقلیتی نمائندے ہوں گے تو مسلمانوں کی منتخب ہونے کے امکانات روشن ہوجائیں گے۔ ہاں انتخابی مرحلہ میں مسلم درخواست دہندگان کا بھروسہ یقیناً بڑھے گا۔ (Pg. 252)

(۵) تاہم یہ ضروری ہے کہ ملازمتوں میں مسلمانوں کی نمائندگی بڑھائی جائے خاص کر ان شعبوں میں جہاں عوامی رابطہ کا کام زیادہ ہوتا ہو۔ ٹیچرز، طبی کارکن، پولیس کے افراد، بینک ملازمین وغیرہ۔ (Pg. 252)

(۶) مالکوں کو اس بات کے لئے آمادہ کیا جائے کہ وہ اپنے اداروں میں مساوی مواقع کے اصول کو نافذ کریں۔ تاکہ دوسرے سماجی اور مذہبی گروہ سے تعلق رکھنے والے تمام امیدوار درخواست دے سکیں۔ مقررہ وقت میں اس کام کو انجام دینے کی ضرورت ہے۔ (Pg. 252)

(۷) مسلمان جب متعلقہ امتحانوں اور انٹرویو میں شریک ہوتے ہیں تو ان کی کامیابی کی شرح قابل تعریف ہوتی ہے۔ اس کا اطلاق پبلک اور پرائیویٹ دونوں سکٹروں کی ملازمتوں میں ہوتا ہے۔ تاہم کچھ اور سہل طریقوں کو اپنانے کی ضرورت ہے جیسے یہی کہ ان علاقوں اور اضلاع میں جہاں مسلمان اوسطاً زیادہ ہوں، کھلے طریقے سے تقرری کا کام کیا جائے، ملازمتوں کے متعلق اردو اور دوسری مقامی زبانوں کے اخبارات اور دوسرے ذرائع ابلاغ میں بھی اشتہارات دیئے جائیں۔ یا بہت عام سا یہ پیغام دیا جائے کہ عورتیں، اقلیتیں اور پسماندہ طبقات کے درخواست دہندگان کا بھی خیر مقدم ہے۔ اس طرح اعتماد اور بھروسے کا ماحول تیار ہوگا۔ (Pg. 252)

(۸) اسے یقینی بنایا جائے کہ مسلم اکثریتی علاقہ کے تھانہ میں ایک مسلمان انسپکٹر سب انسپکٹر ایسے ہی علاقوں میں واقع صحت کے ادارے میں کوئی مسلمان ہو اور ایسے ہی علاقہ کے اسکولس میں چند مسلمان ٹیچر بھی ہوں، وغیرہ وغیرہ۔ (Pg. 253)

تناظر اور سفارشات

(۱۰) پسماندہ ذاتوں، پسماندہ قبائل اور او بی سی کی فلاح و بہبود کے لئے بہت ساری مرکزی اسکیمیں اور منصوبے ہیں مگر اقلیتوں کے لئے ایسا کچھ نہیں ہے ویسے ان اسکیموں میں فنڈ بھی ناکافی ہوتا ہے۔ بہرکیف پسماندہ اضلاع اور جس جگہہ ہنرمندوں کی اکثریت ہو وہاں اس پر عمل درآمد ہو تو وسائل اور حصول کے معاملہ میں جو فرق ہے اس میں بہت کمی آئے گی۔ا (Pg. 251)

روزگار کے مواقع میں بہتری کی ضرورت

(۱) جہاں مسلمان پیشہ وروں کی کثرت ہے اور ان کے کاموں میں بہتری اور ترقی کے امکانات ہوں تو اسے فروغ دینے کے لئے مالی اور دوسری مدد پہنچائی جائے۔ یہ اقدامات اس طرح کئے جائیں کہ کاریگروں کی روایتی حرفت کے ساتھ انہیں نئی ٹیکنالوجی در پیش مارکیٹ کی ضرورتوں اور انتظامی امور سے بھی روشناس کرایا جاسکے۔ (Pg. 251)

(۲) مسلم اکثریتی علاقوں/آبادی میں جن آئی ٹی آئی پالی ٹیکنیک اور ان اداروں میں جہاں میٹرک پاس نہ ہوں تب بھی ہنرمند بنایا جاتا ہو ان کی نشاندہی کی جائے۔ (Pg. 252)

(۳) غیر رسمی سکٹر خاص کر گھروں میں کام کرنے والے باروزگار لوگوں کی حالت بہت نازک ہوتی ہے اس لئے ضرورت اس بات کی ہے کہ ایسے کام کرنے والوں کو باضابطہ مزدور بھی ان اسکیموں سے مستفید ہوسکیں۔ (Pg. 252)

(۴) بہت شفاف طریقے سے تقرری کی جائے تو اس طریقہ پر عوام کا اعتماد بڑھ سکتا ہے۔ کہنے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ انتخابی کمیٹیوں میں اقلیتی نمائندے ہوں گے تو مسلمانوں کی منتخب ہونے کے امکانات روشن ہو جائیں گے۔ ہاں انتخابی مرحلہ میں مسلم درخواست دہندگان کا بھروسہ یقیناً بڑھے گا۔(Pg. 252)

(۵) تاہم یہ ضروری ہے کہ ملازمتوں میں مسلمانوں کی نمائندگی بڑھائی جائے خاص کر ان شعبوں میں جہاں عوامی رابطہ کا کام زیادہ ہوتا ہو۔ ٹیچرز، طبی کارکن، پولیس کے افراد، بینک ملازمین وغیرہ۔ (Pg. 252)

(۶) مالکوں کو اس بات کے لئے آمادہ کیا جائے کہ وہ اپنے اداروں میں مساوی مواقع کے اصول کو نافذ کریں۔ تاکہ دوسرے سماجی اور مذہبی گروہ سے تعلق رکھنے والے تمام امیدوار درخواست دے سکیں۔ مقررہ وقت میں اس کام کو انجام دینے کی ضرورت ہے۔ (Pg. 252)

(۷) مسلمان جب متعلقہ امتحانوں اور انٹرویو میں شریک ہوتے ہیں تو ان کی کامیابی کی شرح قابل تعریف ہوتی ہے۔ اس کا اطلاق پبلک اور پرائیویٹ دونوں سکٹروں کی ملازمتوں میں ہوتا ہے۔ تاہم کچھ اور سہل طریقوں کو اپنانے کی ضرورت ہے جیسے یہی کہ ان علاقوں اور اضلاع میں جہاں مسلمان اوسطاً زیادہ ہوں، کھلے طریقے سے تقرری کا کام کیا جائے، ملازمتوں کے متعلق اردو اور دوسری مقامی زبانوں کے اخبارات اور دوسرے ذرائع ابلاغ میں بھی اشتہارات دیئے جائیں۔ یا بہت عام سا یہ پیغام دیا جائے کہ عورتیں، اقلیتیں اور پسماندہ طبقات کے درخواست دہندگان کا بھی خیر مقدم ہے۔ اس طرح اعتماد اور بھروسے کا ماحول تیار ہوگا۔ (Pg. 252)

(۸) اسے یقینی بنایا جائے کہ مسلم اکثریتی علاقہ کے تھانہ میں ایک مسلمان انسپکٹر سب انسپکٹر ایسے ہی علاقوں میں واقع صحت کے ادارے میں کوئی مسلمان ہو اور ایسے ہی علاقہ کے اسکولس میں چند مسلمان ٹیچر بھی ہوں، وغیرہ وغیرہ۔ (Pg. 253)

تناظر اور سفارشات

انتظامی ڈھانچوں کا موثر اہتمام کیا جائے

(۱) کارگزار عملہ کو اس بات کی تربیت دی جائے کہ سماج سے خارج مسلمہ کو ہمدردی سے لیا جائے۔ (Pg. 253)

(۲) مسلم فرقہ کو بھی شہری تنظیم بنانے کے لئے آمادہ کیا جائے۔ حالانکہ اس قسم کی تنظیموں کا حلقہ اثر بہت محدود رہے گا۔ اس لئے مسلمان سمیت دوسرے غریبوں کی دلداری کے لئے طبی مراکز اور دوسرے انتظامی شعبوں کو قائم کرنا حکومت ہی کی ذمہ داری ہوگی۔ (Pg. 253)

(۳) اہم انتظامی آسانیوں سے مسلمانوں کا مستفید نہیں ہونا۔ ایک اور تشویشناک معاملہ ہے۔ اسکولوں اور طبی اداروں تک رسائی، صفائی ستھرائی، پینے لائق پانی کی فراہمی اور روزانہ کے سفر کے لئے ٹرانسپورٹ کا بندوبست کرنا اور دیگر بنیادی ضرورتوں کو پورا کرنا حکومت ہی کی ذمہ داری ہوتی ہے اور عام شہری اس کی توقع بھی رکھتے ہیں۔ اس میں صرف مسلمانوں کا نہیں بلکہ پورے ہندوستان کا فائدہ ہے۔ کیوں کہ ان بنیادی سہولتوں کو فراہم نہیں کرنے کا مطلب ہوتا ہے انسانی حقوق کی خلاف ورزی۔ (Pg. 253)

اجتماعی اقدامات کی حوصلہ افزائی

مسلمانوں کو جو مسائل درپیش ہیں اس کے لئے ضروری ہے کہ حکومت، عوام اور پرائیویٹ سکٹر میں اشتراک عمل ہو۔ وقف جائدادوں کے مفید استعمال سے اشتراک وتعاون کا راستہ ہموار ہوسکتا ہے۔

امید کی جاتی ہے کہ مرکزی اور ریاستی حکومتیں ان سفارشات پر سنجیدگی سے توجہ دیں گی اور جوش وخروش کے ساتھ مکمل طور پر اسے عمل میں لایا جائے گا کیوں کہ یہ رپورٹ اسی کی متقاضی ہے۔ سماجی اور مذہبی گروہوں کے درمیان جو دوری اور فرق ہے۔ وہ آج ہماری قوم کے لئے بہت اہم مسئلہ ہے۔ (Pg. 254)

اردو ترجمہ: محمد ایوبی

■■■■

Produced by Muslims for Secular Democracy
For copies contact
Asif Khan: 9867797552 Javed Anand: 9870402556 MSD: 022-26602288